عبادات پر اکراہ کے اثرات

The Effects of Ikrah on Worships

سید مفتی محمد عتیق (ریسرچ سکالر، معاون مدیر مجلہ راحت القلوب کوئٹہ)
سید مفتی محمد رفیق (ریسرچ سکالر کوئٹہ)

Abstract

Islamic civilization, since the time of Prophet Muhammad (PBUH) until now, is firmly founded on the concept of rule of law. For that reason, the law is published and known, and citizens and courts are expected to uphold it. In addition, Muslim citizens must adhere to Islamic law– Shariah. Islam is a complete package, a complete message and way of life. However, when viewed from a comprehensive perspective by any fair person, Islam will be found sensible in all its aspects and practices. Islamic Law has a number of Topics and Points in which the rules and regulations are discussed in the light of Qur'an and Sunnah. In this paper discussed about the Islamic point "Ikra'h" and its effects on worships.

Keywords: *Islam, Islamic law– Shariah, Worship, "Ikra'h".*

تعارف

اہل ایمان اوراہل تقویٰ کیلئےاس سلسلے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ شریعت اسلامی کے قوانین قیامت تک کیلئے زندہ وجاوید ہیں اسلئے کہ یہ شریعت، آخری شریعت اور پیغمبراسلام، آخری نبی ورسول ہیں۔ یہ وہ نظام قانون ہے جو دنیاوآخرت کے تمام احکام کوشامل وحاوی اورعالمی شان کاحامل ہے اور تمام مسائل زندگی کے احاطہ کی صلاحیت اسکا امتیازی وصف ہے۔ اسکےپاس فقہ وقانون کا جو وافر ذخیرہ موجود ہے وہ قانونی دقیقہ سنجی اورژرفنگاہی، مصالح کی رعایت اورانسانی فطرت سے ہم آہنگی کاایک بھرپور شاہکار ہے اور دُنیا کے کسی جدید سے جدید تر قانون کو بھی اسکے مقابلے میں پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ سعی لایعنی کے زمرے میں آتا ہے۔ فقہاء اسلام نے اپنی بالغ نظری اوربلندنگاہی سے انسانی زندگی کے جزئیات کااس قدر احاطہ کیا ہے کہ بجا طور پر آج کی اس نئ دُنیا میں بھی ایسے کم ہی مسائل ملیں گے جس کے لئے فقہ کے اس

قدیم ذخیرہ میں کوئی نظیر موجود نہ ہو بالخصوص فقہاء احناف کے یہاں "فقہ تقدیری" (یعنی ایسے واقعات پر رائے کا اظہار کرنا جو وجود میں تو نہ آئے ہوں لیکن مستقبل میں انکا پیش آنا ممکن ہو) کا حصہ بہت زیادہ ہے۔

جبر و اکراہ ایک ایسا عام اور پھیلا ہوا موضوع ہے جس سے فقہ کا کوئی باب خالی نہیں جبکہ موجودہ زمانہ نے اس کو اور بھی طول دیا ہے، عقائد ہوں یا عبادات و معاملات، حدود و قصاص ہوں یا تبرعات، غرض کوئی باب اکراہ کے مسائل سے خالی نہیں، اس لیے ذیل میں عبادات سے متعلق اکراہ کے مسائل ذکر کیے جائیں گے۔

اکراہ کی لغوی تعریف

اکراہ باب افعال کا مصدر ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ کسی چیز پر مجبور کرنا یا جبراً آمادہ کرنا، کہا جاتا ہے "اکرهه علی کذا" اسے اس نے فلاں کام پر مجبور کیا یا جبراً آمادہ کیا، ثلاثی مجرد سے باب سمع سے استعمال ہوتا ہے اور ناپسندیدہ ہونے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ کُرْهٌ (ضمہ کے ساتھ) اور کَرْهٌ (فتحہ کے ساتھ) دونوں قرآن کریم میں مذکور ہیں، سورۃ البقرۃ میں ہے "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ[1]" اور سورۃ النساء میں ہے "یاا يُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا[2]" کُرْهٌ (بالضم) اور کَرْهُ (بالفتح) میں عربیت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں، نیز سب حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ سورۃ البقرۃ کے علاوہ جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں کُرْهٌ یا کَرْه ہے وہ مصدر ہے جبکہ سورۃ البقرۃ میں "وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ" اسم مصدر ہے، اسی طرح سارے ائمہ لغت اس بات پر متفق ہیں کہ کُرْهٌ (بالضم) اور کَرْهُ (بالفتح) دونوں لغت ایک ہی معنیٰ میں ہیں فتحہ اور ضمہ دونوں پڑھنا جائز ہیں سوائے امام فراء رحمہ اللہ کے، وہ فرماتے ہیں کہ کُرہ (ضمہ کے ساتھ) مشقت اور تکلیف کے معنیٰ میں جبکہ کَرہ (فتحہ کے ساتھ) اکراہ یعنی مجبور کرنے کے معنیٰ میں ہے، کہا جاتا ہے: اقام علی کُرہ: وہ بڑی مشقت کے ساتھ کھڑا ہوا، اور اقامه علی کَرہ: فلاں آدمی نے اسے مجبور کر کے اٹھایا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے:

(كره)قال الازهري ذكر الله عز وجل الكره والكره في غير موضع من كتابه العزيز واختلف القراء في فتح الكاف وضمها فروي عن احمد بن يحيى انه قال قرا نافع واهل المدينة في سورة البقرة وهو كره لكم بالضم في هذا الحرف خاصة وسائر القرآن بالفتح وكان عاصم يضم هذا الحرف ايضا والذين في الاحقاف حملته امه كرهاووضعته كرها ويقراسائرهن بالفتح وكان الاعمش وحمزة و الكسائي يضمون هذه الحروف الثلاثة والذي في النساء لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها ثم قرؤوا كل شيء سواها بالفتح قال وقال بعض اصحابنا نختار ما عليه اهل الحجازان جميع ما في القرآن بالفتح الا الذي في البقرة خاصة فان القراء اجمعوا عليه قال احمد بن يحيى ولا اعلم بين الاحرف التي ضمها هؤلاء وبين التي فتحوها فرقا في العربية ولا في سنة تتبع ولا ارى الناس اتفقوا على الحرف الذي في سورة البقرة خاصة الا انه

اسم وبقية القرآن مصادر وقد اجمع كثير من اهل اللغة ان الكره والكره لغتان فباي لغة وقع فجائز الا الفراء فانه زعم ان الكره ما اكرهت نفسك عليه والكره ما اكرهك غيرك عليه[3]۔

ترجمہ: امام ازھری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات میں کَرہ (فتحہ کے ساتھ) اور کُرہ (ضمہ کے ساتھ) کا ذکر کیا ہے۔ قراء حضرات نے کاف کے ضمہ اور فتحہ میں اختلاف کیا ہے۔ احمد بن یحیی سے مروی ہے کہ امام نافع اور اور اہل مدینہ نے سورۃ البقرہ کی آیت وَ هُوَ كُرْهٌ لَكُمْ ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے، ضمہ صرف اسی جگہ کے ساتھ خاص ہے بقیہ سارے قرآن مجید میں کاف کے فتحہ کے ساتھ ہے، اور امام عاصم سورۃ البقرہ کے ساتھ سورۃ الاحقاف کی آیت "حملته أمه كرها ووضعته كرها" کو ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں بقیہ سارے مقامات میں فتح پڑھتے ہیں۔ اعمش، حمزہ اور کسائی ان مقامات کے ساتھ ساتھ سورۃ النساء کی آیت "لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا" کو بھی ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے پھر سورۃ النساء کے علاوہ سارے مقامات میں فتح پڑھنے لگے۔ ہمارے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہم اس مذہب کو اختیار کرتے ہیں جن کو اہل حجاز نے اختیار ہے کہ سورۃ البقرہ کے علاوہ سارے مقامات میں فتح ہے اور اسی پر سارے قراء کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن یحیی فرماتے ہیں کہ کاف کے ضمہ اور فتحہ میں عربیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ سورۃ البقرہ کا کرھا اسم ہے اور بقیہ مصادر ہیں۔ بہت سارے اہل لغت کا اجماع ہے کہ کُرْہٌ اور کَرْہُ دونوں لغت ہے دونوں درست ہے جبکہ امام زفر فرماتے ہیں کہ الکُرہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی چیز پر مجبور کرنا اور الکَرہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور آپ کو کسی چیز پر مجبور کرے۔ اسی سے ملتی جلتی بحث تاج العروس[4] میں بھی کی گئی ہے۔

اکراہ کی اصطلاحی تعریف

فقہی اصطلاح میں ناحق کسی شخص کو اس کی رضامندی کے بغیر کسی کام کے کرنے پر ڈرا کر مجبور کرنا اور اس کی وجہ سے مکرَہ کی اہلیت ختم ہوئے بغیر اس کا اختیار بیکار ہو جانا اکراہ ہے۔ مختلف فقہاء کرام نے اسی مفہوم کو مختلف انداز میں بیان فرمایا ہیں۔ ذیل میں مختلف فقہاء کرام کے حوالے سے اکراہ کی تعریف ذکر کی جاتی ہے: شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

الإكراه: اسم لفعل يفعله المرء بغيره فينتفي به رضاه أو يفسد به اختياره من غير أن تنعدم به الأهلية في حق المكره أو يسقط عنه الخطاب[5]۔

ترجمہ: اکراہ ایک ایسے فعل کا نام ہے جسے انسان دوسرے کی وجہ سے کرتا ہے جس کی وجہ سے مکرَہ کی رضامندی جاتی رہتی ہے یا اکراہ کی وجہ سے مکرَہ کی اہلیت ختم ہوئے اور اس سے خطاب ساقط ہوئے بغیر اس کا اختیار بے کار ہو جاتا ہے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الإكراه: وشرعا فعل يوجد من المكره فيحدث في المحل معنى يصير به مدفوعا إلى الفعل الذي طلب منه[6]۔

ترجمہ: اکراہ شرعاً ایک ایسا فعل ہے جو مکرِہ کی جانب سے پایا جائے اور محل کے اندر ایسا معنی پیدا کرے جس کی وجہ سے مکرَہ مطلوبہ فعل پر مجبور ہو جاتا ہے۔

علامہ علاء الدین البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حمل الغير على أمر يمتنع عنه بتخويف يقدر الحامل على إيقاعه ويصير الغير خائفاًبه فائت الرضا بالمباشرة[7]۔

ترجمہ: یعنی کسی شخص کو ایسے کام پر مجبور کرنا جو اس کام کو نہ کرنا چاہتا ہو، ایسے چیز سے ڈرا کر جو مجبور کرنے والا اس کام پر قادر ہو اور دوسرا شخص اس سے ڈرتا ہو اور اس کام کے کرنے پر راضی نہ ہو۔ علامہ ابن الہامؒ لکھتے ہیں:

الإكراه اسم لفعل يفعله المرء بغيره فينتفي به رضاه أو يفسد به اختياره مع بقاء أهليته[8]۔

ترجمہ: اکراہ ایک ایسے فعل کا نام ہے جسے انسان دوسرے کی وجہ سے کرتا ہے جس کی وجہ سے مکرَہ کی رضامندی جاتی رہتی ہے یا اس کی اہلیت کے رہتے ہوئے اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو فعل يفعله الإنسان بغيره فيزول به الرضازاد في المبسوط أو يفسد به اختياره من غير أن تنعدم به الأهلية في حق المكره أو يسقط عنه الخطاب[9]۔

اکراہ ایک ایسا فعل ہے جسے انسان دوسرے کی وجہ سے کرتا ہے جس کی وجہ سے مکرَہ کی رضامندی جاتی رہتی ہے، مبسوط میں یہ اضافہ کیا گیا ہے: یا اکراہ کی وجہ سے مکرَہ کی اہلیت ختم ہوئے اور اس سے خطاب ساقط ہوئے بغیر اس کا اختیار بے کار ہو جاتا ہے۔

شیخ علی حیدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الإكراه هو إجبار أحد على أن يعمل عملا بغير حق من دون رضاه[10]۔

ترجمہ: ناحق کسی شخص کو اس کی رضامندی کے بغیر کسی کام کے کرنے پر ڈرا کر مجبور کرنا۔

مذکورہ بالا تعریفوں کا حاصل یہی ہے کہ ناحق کسی شخص کو اس کی رضامندی کے بغیر کسی کام کے کرنے پر ڈرا دھمکا کر مجبور کرنا اور اس کی اہلیت ختم ہوئے بغیر اس کے اختیار کا فاسد ہونا اکراہ ہے تاہم مذکورہ بالا تعریفات میں سب سے زیادہ جامع مانع تعریف علامہ سرخسی کی ذکر کردہ تعریف ہے۔

1 طہارت پر اکراہ کے اثرات

وضو کرنے پر اکراہ

اگر کسی شخص کو وضو کرنے پر مجبور کیا جائے اور اس سے زبردستی وضو کروایا جائے، تو اس کا وضو ہو جائے گا، اس وضو سے نماز اور وہ سارے عبادات ادا کیے جاسکتے ہیں جن کے لیے وضو شرط ہے۔ النتف فی الفتاویٰ میں ہے کہ:

واما الاكراه على الواجب فعلى ثلاثة اوجه كلها جائزة مع الاكراه احدها ان يكره الرجل على العبادات مثل الصلاة والصوم والحج والوضوء والاغتسال ونحوها فاذا فعلها مع الاكراه صحت عنه[11]۔

ترجمہ: یعنی اکراہ علی الواجب کی تین صورتیں ہیں، سب صورتیں اکراہ کے باوجود نافذ ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص کو عبادات پر مجبور کیا جائے مثلاً نماز، روزہ، حج، وضو اور غسل وغیرہ، اگر کوئی شخص ان افعال کو انجام دے تو یہ درست ہوں گی۔

وضو نہ کرنے دینا

اگر کوئی شخص قید میں ہو یا دشمن کے قبضہ میں ہو اور وہ اسے وضو کرنے نہ دیتا ہو اور وضو کرنے کی صورت میں جان سے مارنے کی دھمکی دے تو ایسا شخص وقت کے اندر تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اکراہ کے ختم ہو جانے کے بعد وضو کر کے نماز لوٹائے۔ فتاوی شامیہ میں ہے:

اعلم ان المانع من الوضوء ان كان من قبل العباد كاسير منعه الكفار من الوضوءومحبوس في السجن ومن قيل له ان توضات قتلتك جاز له التيمم ويعيد الصلاة اذا زال المانع كذا في الدرر والوقاية اي واما اذا كان من قبل الله تعالى كالمرض فلا يعيد[12]۔

ترجمہ: یعنی وضو کیلئے مانع اگر بندوں کی طرف سے ہو مثلاً قیدی کو کفار (اور آج کل اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے بھی) وضو کرنے سے منع کرے یا کوئی قیدی جیل میں ہو اور اس سے کہے کہ اگر تم نے وضو کیا تو تمہیں قتل کر دوں گا تو ایسے شخص کے لئے تیمم جائز ہے جب مانع زائل ہو جائے تو نماز کا اعادہ کرے، لیکن اگر مانع اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو جیسے مرض تو اعادہ لازم نہیں۔

وضو توڑنے پر اکراہ

اگر کسی شخص کو وضو توڑنے پر مجبور کیا جائے تب بھی اس کا وضو جاتا رہے گا، نقضِ وضو میں اکراہ اور اختیار دونوں برابر ہے، لہذا اکراہ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جانے کے بعد وہ ساری عبادات جن کے لیے طہارت شرط ہے، ادا کرنا جائز نہیں، چنانچہ الاشباہ للسیوطی میں ہے کہ:

وقد رايت الاكراه يساوي النسيان فان المواضع المذكورة اما من باب ترك المامور فلا يسقط تداركه ولا يحصل الثواب المرتب عليه واما من باب الاتلاف فلا يسقط الحكم المترتب عليه وتسقط العقوبة المتعلقة به الا القتل على ---- الاكراه عن الحدث وهو من باب الاتلاف فانه اتلاف للطهارة ولهذا لو احدث ناسيا انتقض[13] ۔

ترجمہ: یعنی میں نے اکراہ کو نسیان کے مساوی پایا کیونکہ مذکورہ مواضع یا تو مامور کو چھوڑنے کے باب میں سے ہیں، اس سے ثواب حاصل نہیں ہوتا اور یا تو اتلاف کے باب میں سے ہے، اور اس سے حکم ساقط نہیں ہوتا جبکہ اس پر مرتب ہونے والا عقاب ساقط ہوتا ہے سوائے قتل کے۔ اکراہ عن الحدث اتلاف کے باب میں سے ہے کیونکہ وہ طہارت کو ختم کر دیتا ہے، اسی لئے اگر کسی کی بھول سے وضو ٹوٹ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

پانی کو مستعمل یا نجس کرنے پر اکراہ

کسی شخص سے جبراً پانی مستعمل یا نجس کروانے سے بھی پانی نجس اور مستعمل ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں مذکورہ پانی پر ماء مستعمل اور نجس کے احکامات لاگو ہونگے۔ الاشباہ للسیوطی میں ہے کہ:

الإكراه على إفساد الماء بالاستعمال أو النجاسة أو مغير طاهر فإنه يفسد وهو أيضا من باب الإتلاف إذ لا فرق فيه بين العمد وغيره[14] ۔

محبوس کو فرض غسل کرنے نہ دینا

اگر کوئی شخص قید میں ہو اور اس کو غسل کی ضرورت ہو مگر اسے غسل کرنے نہ دیا جاتا ہو یا کسی شخص کو غسل نہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو ایسے شخص کے لیے تیمم کر کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے اور اگر غسل اور نماز دونوں سے منع کیا جائے تو اشارۃً نماز پڑھے اور اکراہ کی ختم ہونے کے بعد غسل کر کے ان نمازوں کو دوبارہ لوٹائے۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے:

اسير منعه العدو من الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد فقيد بالإيماء لأنه منع من الصلاة أيضا فلو منع من الوضوء فقط صلى بركوع وسجود[15] ۔

ترجمہ: اگر دشمن کسی قیدی کو وضو اور نماز سے روکے تو وہ تیمم کرے اور اشارے کے ساتھ نماز پڑھے پھر دوبارہ اسی نماز کا اعادہ کرے۔ اشارے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ مذکورہ صورت میں اس کو نماز سے بھی روکا گیا ہے لیکن اگر صرف وضو سے منع کیا گیا ہو تو رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

اسی طرح فتاویٰ شامیہ میں ہے:

إن المحبوس إذا صلى بالتيمم إن كان في المصراعادوإلا فلا واستظهر الرحمتي عدم الإعادة قال لأن العذر لم يات من قبل المخلوق فإن المانع لها الشرع والحياء وهما من الله تعالى كما قالوا لو تيمم لخوف العدو فإن توعده على الوضوء أو الغسل يعيد لأن العذر أتى من غير صاحب الحق[16]۔

ترجمہ: یعنی قیدی اگر تیمم کے ساتھ نماز پڑھے اگر وہ شہر میں ہے تو اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ رحمتی نے عدم اعادہ کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ عذر مخلوق کی جانب سے نہیں ہے کیونکہ اس سے مانع شریعت اور حیاء ہے اور وہ دونوں اللہ کی جانب سے ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو دشمن نے غسل یا وضو کرنے کی دھمکی دی ہو اور اس کے خوف سے اس نے تیمم کیا تو پھر نماز لوٹا دے کیونکہ عذر یہاں مخلوق کی جانب سے ہے۔

حالت حیض میں مباشرت کرنے پر اکراہ

حالتِ حیض میں مباشرت کرنا گناہ کبیرہ ہے، البتہ اگر کسی شخص کو حالتِ حیض میں ہمبستری پر مجبور کیا جائے تو ایسی حالت میں ہمبستری کرنے والا گناہ گار نہیں ہو گا۔ الموسوعة الفقهية میں ہے:

ذهب الحنفية إلى أن وطاء الحائض كبيرة إن كان عامدا مختارا عالما بالحرمة لا جاهلا أو مكرها أو ناسيا فتلزمه التوبة[17]۔

احناف کا مذہب ہے کہ حائضہ کے ساتھ وطی کرنا گناہ کبیرہ ہے بشرطیکہ وطی کرنے والا قصداً اپنے ارادے وطی کر رہا ہو اور اسے حرمت کا علم ہو۔ البتہ اگر اسے حرمت کا علم نہ ہو یا مجبور کیا گیا ہو یا بھول کر وطی کرے تو اس پر توبہ لازم ہے۔

میت کو غسل دینے سے روکنا

میت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے جیسا کہ نمازِ جنازہ پڑھنا فرضِ کفایہ ہے لہذا اگر کسی نے بھی میت کو غسل نہ دیا تو سب گناہ گار ہونگے، البتہ اگر کسی دشمن نے لوگوں کو قتل یا کسی عضو کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دے کر میت کو غسل دینے سے منع کر لیا تو ایسی صورت میں اہل محلہ گناہ گار نہیں ہونگے، اگر دفنانے سے پہلے پہلے اکراہ ختم

ہو جائے تو غسل دے کر نماز پڑھ لی جائے اور اگر غسل اور نماز کے بغیر دفن کر دیا، تو اب میت کو نہیں نکالا جائے گا بلکہ قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے۔ البحر الرائق میں ہے:

فلو دفن بلا غسل ولم يمكن اخراجه إلا بالنبش صلي على قبره بلا غسل للضرورة بخلاف ما إذا لم يهل عليه التراب بعد فإنه يخرج ويغسل[18]۔

ترجمہ: اگر کسی کو بلا غسل دفن کیا گیا اور قبر کو اکھاڑے بغیر اس کو نکالنا ممکن نہ ہو تو اس کی قبر پر ضرورت کی وجہ سے نماز پڑھی جائے گی، لیکن جس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو اس کو نکال کر غسل دیا جائے گا۔ اسی طرح کے الفاظ النہر الفائق[19] میں درج ہیں، جبکہ فتاویٰ شامیہ میں ہے کہ:

والصحيح أنه لا يصلى على قبره في هذه الحالة لأنها بلا غسل غير مشروعة ---- وقال الكرخي يصلى وهو الإستحسان لأن الأولى لم يعتدبهالترك الشرط مع الإمكان والان زال الامكان فسقطت فرضية الغسل وهذايقتضي ترجيح الإطلاق وهوالأولى[20]۔

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ اس حالت میں اس کی قبر پر نماز نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ نماز جنازہ بغیر غسل کے مشروع ہی نہیں۔ کرخی کے نزدیک بوجہ استحسان کے پڑھی جائے گی کیونکہ اولویت کو شرط کے سامنے کوئی درجہ حاصل نہیں اور اب امکان زائل ہو گیا ہے لہذا غسل کی فرضیت بھی ساقط ہو گئی اور یہ بات مطلق غسل کو ترجیح دیتی ہے اور یہی بہتر بات بھی ہے۔

2 نماز پر اکراہ کے اثرات

نماز پڑھنے پر اکراہ

فرائض وواجبات یا دیگر عبادات پر اگر مجبور کیا جائے تو ان عبادات کو مجبوری کی حالت میں ادا کرنے سے بھی یہ عبادات ادا ہو جاتی ہیں، لہذا اگر کسی شخص کو فرض نماز پڑھنے یا نوافل پڑھنے پر مجبور کیا جائے تو یہ عبادات ادا ہو جائیں گی، اکراہ ختم ہونے کے بعد ان عبادات کو دوبارہ لوٹانا ضروری نہیں[21]۔

محبوس کو اگر نماز پڑھنے سے روکا جائے:

اگر کسی قیدی کو یا کسی اور شخص کو کوئی آدمی جان سے مارنے یا کسی عضو کاٹنے کی دھمکی دے کر وضو اور نماز دونوں سے منع کر دے تو ایسی صورت میں تیمم کر کے اشارہ سے نماز پڑھے اور اکراہ کے ختم ہونے کے بعد نماز لوٹائے، اور اگر صرف نماز پڑھنے سے منع کرے تو اگر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارۃً پڑھ لے، اگر اشارہ سے نہیں پڑھ سکتا تو اکراہ ختم ہونے کے بعد قضا پڑھ لے[22]۔

جماعت سے روکنا

ہر مرد عاقل بالغ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنتِ مؤکدہ (قریب الی الواجب) ہے، البتہ کچھ اعذار کی وجہ سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے، ان اعذار میں سے یہ بھی ہے اگر کسی کو اپنی جان یا مال کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں ایسا شخص مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کی بجائے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ الدر المختار میں ہے:

فتسن أو تجب ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج ولو فاتته ندب طلبها في مسجد اخر إلا المسجد الحرام ونحوهفلا تجب على مريض ومقعد وزمن ومقطوع يد ورجل ---- وخوف على ماله أو من غريم أو ظالم قوله أو ظالم يخافه على نفسه أو ماله[23]۔

ترجمہ: یعنی جماعت سنت ہے یا واجب۔ اس کا نتیجہ گناہ کی صورت ظاہر ہوتا ہے اگر اس کو وہ لوگ چھوڑ دے کو مرد، عاقل، بالغ، آزاد اور نماز باجماعت پر قدرت رکھنے والے ہوں۔ اگر کسی سے نماز باجماعت فوت ہو جائے تو مسجد حرام کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں اس کا ازالہ مستحب ہے۔ اسی طرح مریض، لنگڑے، اپاہج اور ہاتھ یا پاؤں کٹے ہوئے۔۔۔ اور اپنے مال پر خوف کھانے والا، یا قرض خواہ کا خوف والا، یا ظالم سے خوف رکھنے والے پر جماعت واجب نہیں۔

نماز جمعہ و عیدین سے روکنا

اگر کسی شخص کو جان سے مارنے یا کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دے کر جمعہ یا عیدین کی نماز سے روک دیا جائے تو ایسا شخص معذور کے حکم میں ہے اور اس سے جمعہ اور عیدین کی نماز ساقط ہو جائے گی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

يعذر المرء بترك الجمعة والجماعة فلا تجبان للاسباب الاتية...وان يخاف ضررا في نفسه او ماله او عرضه او مريضايشق معه الذهاب...فلا تجب الجماعة والجمعة بسبب خوف ظالم وحبس معسر[24]۔

ترجمہ: جن اسباب کی وجہ سے کسی شخص کو ترک جمعہ و جماعت سے معذور سمجھا جائے گا ان میں جان، مال اور عزت پر خوف، ظالم کا خوف یا تنگدستی اور مرض ہے۔ ان کی وجہ سے اس پر جماعت و جمعہ میں شرکت واجب نہیں۔

نماز کے اندر استقبالِ قبلہ سے روکنا

تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے استقبالِ قبلہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ومن حيث خرجت فولّ وجهك شطر المسجد الحرام وحيثما كنتم فولوا وجوهكم شطره[25]۔

ترجمہ: اور تم جہاں کہیں نکل جاؤ اپنے چہرے کو مسجد حرام پھیر دو اور تم لوگ جہاں بھی ہو اس کی طرف چہرے پھی دو۔

البتہ فقہاء احناف ؒ کے نزدیک استقبالِ قبلہ کی شرط حالتِ امن اور اس کی طرف چہرہ کرنے پر قدرت کے ساتھ مقید ہے، لہٰذا اگر کسی شخص کو نماز کے لیے استقبالِ قبلہ سے روک لیا جائے، اور وہ کسی بھی طرف منہ کرکے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البحر الرائق میں ہے:

استقبال القبلة شرط زائد يسقط عندالعذر ----- فلما اعتراه الخوف تحقق العذر فاشبه حالة الإشتباه في تحقق العذر فيتوجه إلى أي جهة قدر لأن الكعبة لم تعتبر لعينها بل للإبتلاء وهو حاصل بذلك اطلقه فشمل الخوف من عدو أو سبعاو لص وسواء خاف على نفسه أو على دابته وأراد بالخائف من له عذر فيشمل المريض إذا كان لا يقدر على التوجه[26]۔

ترجمہ: استقبال قبلہ شرط زائد ہے جو عذر کے وقت زائل ہو جاتا ہے -----۔ جب اس کو خوف پیش آیا تو عذر لاحق ہو گیا تو عذر کے لاحق ہونے میں وہ کعبہ کے مشتبہ ہونے کے مشابہ ہو گیا پس وہ کسی بھی طرف منہ کرلے کیونکہ کعبہ فی نفسہ معتبر نہیں اور خوف مطلق ہے، خواہ خوف کسی دشمن سے ہو یا بھیڑیے سے، یا اپنی جان کا خوف ہو یا مال کا۔

فقہ السنۃ میں ہے کہ:

من أكره على إفطار رمضان أو الصلاة لغير القبلة أو السجود لصنم أو صليب فيحل له أن يفطر ويصلي إلى أي جهة ويسجد ناويا السجود لله جل شأنه[27]۔

ترجمہ: یعنی اگر کسی کو رمضان کے روزہ افطار کرنے پر مجبور کیا جائے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے پر مجبور کیا جائے یا بت یا صلیب کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ افطار کرے اور جس طرف چاہے نماز پڑھے اور سجدہ کرے مگر نیت یہ ہو کہ وہ سجدہ اللہ تعالیٰ کو کر رہا ہے۔

صلیب یا بت کو سجدہ کرنے پر اکراہ

اگر کسی مسلمان کو کسی نے صلیب یا بت کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا تو اس کے لیے بت کو سجدہ کرنے کی گنجائش ہے، اس صورت میں اگر بت کو سجدہ کرتے ہوئے اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں بت کے بجائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہا ہوں تو دیانتاً تو وہ مسلمان ہی رہے گا البتہ قضاءً وہ کافر ہو جائے گا، اور اگر سجدہ کرتے وقت دل میں یہ خیال آجائے کہ میں بت ہی کو سجدہ کر رہا ہوں تو وہ شخص قضاءً اور دیانتاً کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ اس کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ نیت کرے کہ میں بت کے بجائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہا ہوں اور اس اپنے

اختیار سے بت ہی کی نیت کر لی تو قضاءً و دیانتاً وہ کافر ہو جائے گا، اور اگر سجدہ کرتے وقت دل میں کچھ بھی نہ ہو، نہ تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کا دل میں خیال ہو اور نہ ہی بت کو تو قضاءً اور دیانتاً وہ مسلمان ہو گا[28]۔

نماز کے اندر باتیں کرنے پر اکراہ

فقہاء احناف رحمہم اللہ کے ہاں نماز کے اندر بات کرنے سے مطلقاً نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ باتیں عمداً ہوں یا سہواً، خطاءً یا اکراہ کی وجہ کی ہوں۔الموسوعة الفقہیہ میں ہے:

ولم يفرق الحنفية ببطلان الصلاة بالكلام بين أن يكون المصلي ناسيا أو نائما أو جاهلا أو مخطئا أو مكرها فتبطل الصلاة بكلام هولاء جميعا قالوا وأما حديث إن الله وضع عن امتي الخطاوالنسيان وما استكرهوا عليه فمحمول على رفع الإثم[29]۔

احناف نے باتوں سے نماز باطل ہونے میں یہ فرق نہیں کیا ہے کہ نماز پڑھنے والا ناسی ہے یا نائم ہے، یا جاہل ہے یا مکرہ، پس ان سب وجوہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہ حدیث کہ ان الله وضع عن امتي الخطاوالنسيان وما استكرهوا عليه وہ گناہ کے نہ ہونے پر محمول ہے۔اور الدرالمنتقی شرح الملتقیٰ میں ہے کہ:(يفسدها) ای الصلاة كانت (الكلام ولو سهوا) او جهلا او خطا او مكرهااو ناسيا[30]۔

(باتیں نماز کو فاسد کر دیتی ہیں) اگرچہ بھول کر یا لاعلمی میں یا غلطی سے یا زبردستی سے کی جائے۔

3 سفر پر اکراہ کے اثرات

اکراہ کی وجہ سے سفر میں قصرِ صلوۃ

نماز کے قصر واتمام کا دار ومدار اقامت وسفر اختیاری واضطراری پر نہیں بلکہ اس کا دار ومدار پندرہ روز تک اقامت کے تیقن وعدم تیقن پر ہے، چنانچہ بیوی، غلام، خادم اور قیدی کی اقامت اختیاری نہیں ہوتی بلکہ شوہر اور مولیٰ کی اقامت کے تابع اور غیر اختیاری ہوتی ہے اس کے باوجود جب انہیں پندرہ روز تک شوہر اور مولیٰ کی اقامت کا علم ہو جائے تو ان پر اتمام ضروری ہے، لہٰذا اگر کسی شخص کو جان سے مارنے یا نقصان پہنچانے کی دھمکی دے کسی جگہ سفر پر ساتھ لے کر جائے اور مکرِہ کی نیت بھی سفر کی ہو، اقامت کی نہ ہو تو ایسا شخص بھی شرعاً مسافر کے حکم میں ہو گا اور اس پر نماز میں قصر لازم ہو گا۔مراقی الفلاح میں ہے:

وتعتبر نية الإقامة والسفر من الأصل كالزوج والمولى والأمير دون التبع كالمراة والعبد والجندي إن علم التبع نية المتبوع في الأصح فلا يلزمه الإتمام بنية الأصل والإقامة حتى يعلم كما في توجه الخطاب الشرعي الوكيل حتى لو صلى مخالفا له قبل علمه صحت في الأصح[31]۔

ترجمہ: یعنی اقامت اور سفر میں اصل کی نیت معتبر ہوتی ہے جیسے شوہر، آقا اور امیر۔ تابع کی نیت کا اعتبار نہیں جیسے بیوی، غلام اور پولیس / فوجی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ تابع کو متبوع کی نیت کا علم ہو تو لہذا محض اصل کی نیت سے اتمام اور اقامت لازم نہیں جب تک اس کو صحیح علم نہ ہو۔ اس لئے اگر اس (تابع) نے اصل کی نیت کے علم سے پہلے اصل کے مخالف نماز پڑھی تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

جبری سفر میں افطار کرنا

اسی طرح اکراہ کی وجہ سے سفر کرنے میں اس کو روزہ نہ رکھنے کی بھی اجازت ہے، البتہ ایسے شخص کے لیے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں وأن تصوموا خير لكم إن كنتم تعلمون[32] "اور اگر تم کو سمجھ ہو تو روزے رکھنے میں تمہارے لیے زیادہ بہتری ہے۔

قیدی قصر نماز پڑھے یا اتمام کرے

ہر وہ قیدی جس کو اس بات کا علم ہو کہ وہ مسافتِ سفر پر قید ہے، اگر اسے یہ پتہ نہیں کہ کب خلاصی ہو کر روانہ ہو جائے گا یا ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ لے جایا جائے گا تو اس کی نیتِ اقامت معتبر نہیں وہ برابر مسافر ہی رہے گا گھروں میں پہنچنے تک یا قید سے چھوٹ کر کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن سے کم اپنے اختیار سے کام کرنے تک ہمیشہ مسافر رہے گا۔ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں کہ: مسلم أسره العدو إن كان مسيرة العدو ثلاثة أيام يقصر، وإن كان دون ذلك يتم وإن لم يعلم يسأل[33]۔

اگر دشمن کسی مسلمان کو قیدی بنائے اور دشمن کا ٹھکانہ تین دن سے کم کے مسافت پر ہو تو مسلمان قیدی قصر نماز پڑھے اور اگر تین دن سے کم مسافت پر ہو تو پوری نماز پڑھے اور اگر قیدی کو کچھ معلوم نہ ہو تو کسی سے پوچھے۔

اور الدر المختار میں ہے:

والمعتبر نية المتبوع لأنه الأصل لا التابع كامرأة وعبد غير مكاتب وجندي إذا كان يرتزق من الأمير أو بيت المال وأجير وأسير وغريم وتلميذ مع زوج ومولى وأمير ومستاجرلف ونشر مرتب...ولا بد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الإقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الأصح[34]۔

ترجمہ: اعتبار متبوع کی نیت کا ہے کیونکہ وہ اصل ہے تابع کی نیت کا اعتبار نہیں جیسے عورت اور غلام اور فوجی جبکہ وہ امیر یا بیت المال سے وظیفہ لیتا ہو۔ اور مزدور، قیدی، قرض دار اور شاگرد جب کہ ان کے ساتھ شوہر، آقا، امیر اور قرض خواہ ہو۔۔۔۔۔ اور تابع کے لئے متبوع کی نیت کا علم ہونا ضروری ہے۔ لہذا اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو علم نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق وہ مسافر شمار ہو گا یہاں تک کہ اسے علم ہو جائے۔

ایجنسی والے کسی کو قید کرلیں

اگر کسی شخص کو ایجنسی یا پولیس والے اس کے شہر سے گرفتار کرلیں اور اس کو اس بارے میں کچھ بھی علم نہ ہو کہ وہ اپنے شہر میں ہے یا شہر سے باہر، تو ایسی صورت میں وہ اپنے آپ کو مقیم ہی سمجھے۔اور اگر اس کو کسی طریقہ مثلاً (سوال یا مشاہدہ) سے معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے شہر سے 77.24 کلو میٹر کی مسافت پر ہے، تو اس صورت میں اس کے مسافر ہونے یا نہ ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس قیدی کو قرائن (مثلاً عدالت یا حکومت نے ہی کوئی ایسا قانون بنادیا ہے جس کی وجہ سے 15 دن سے پہلے رہائی ممکن نہیں) سے معلوم ہو جائے کہ اس کو 15 دن اسی جگہ رکھا جائے گا تو اس صورت میں یہ قیدی مقیم ہو گا، لہذا اس پر نماز میں اتمام ضروری ہے۔اور اگر اس کو کسی بھی طریقہ سے یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کتنے دن اس کو یہاں قید رکھا جائے گا تو اس صورت میں یہ مسافر شمار ہو گا لہذا نماز قصر پڑھے گا۔ فتاوی قاضی خان میں ہے:

العبد إذا خرج مع مولاه ولا يعلم مسيرة المولى فانه يسأله ان أخبره انه يسير مدة السفر صلى صلاة المسافرين وإن كان دون ذلك صلى صلاة الإقامة وإن لم يخبره بذلك إن كان مقيماً قبل ذلك صلى صلاة الإقامة وإن كان مسافرا قبل ذلك صلى صلاة السفر لعدم المغير في حقه وكذا الأسير مع أسره[35]۔

غلام اگر اپنے آقا کے ساتھ نکل جائے اور اسے آقا کے مسافت سفر کا علم نہ ہو تو اس سے پوچھے اگر وہ اسے بتائے کہ وہ سفر کی مسافت تک سفر کرے گا تو وہ مسافروں کی نماز پڑھے اور اگر اس سے کم مسافت بتائے تو اقامت کی نماز پڑھے اور اگر وہ اسے نہ بتائے تو غلام اگر پہلے سے مقیم ہو تو اقامت کی نماز پڑھے اور اگر مسافر ہو تو سفر کی نماز پڑھے کیونکہ اس کے حق میں حکم کو تبدیل کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی، یہی حکم قیدی کا ہے قید کرنے والے کے ساتھ۔

4 روزہ پر اکراہ کے اثرات

روزہ دار کو کھانے پینے پر مجبور کرنا

اگر کسی تندرست مقیم شخص کو ماہ رمضان میں قتل یا کسی عضو کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دے کر کھا پی کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے روزہ توڑنے کی گنجائش ہے اور اس پر صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں، لیکن اس کے حق میں روزہ نہ توڑنا بہتر ہے، اگر روزہ نہ توڑنے کی وجہ سے اس قتل کیا جائے تو وہ عند اللہ ماجور ہو گا، اس لیے کہ اکراہ کی وجہ سے روزہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی بلکہ اکراہ کی وجہ صرف روزہ توڑنے کا گناہ

ساقط ہو جاتا ہے، لہٰذا روزہ کی فرضیت کے ہوتے ہوئے روزہ نہ توڑنا اللہ تعالیٰ کے حق کو باقی رکھنے کی خاطر جان کی قربانی دینا ہے جو کہ ثواب کا کام ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

وأما الإكراه على إفطار صوم شهر رمضان بالقتل في حق الصحيح المقيم فمرخص والصوم أفضل حتى لو امتنع من الإفطار حتى قتل يثاب عليه لأن الوجوب ثابت حالة الإكراه وأثر الرخصة في الإكراه في سقوط المائم بالترك لا في سقوط الوجوب بل بقي الوجوب ثابتا والترك حراما[36]۔

شوہر کو حالتِ صوم میں جماع پر مجبور کرنا

تمام فقہاء احناف ؒ کا اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص میاں بیوی کو رمضان کے روزوں میں جماع پر مجبور کرے اور وہ جماع بھی کریں تو ان دونوں کا روزہ فاسد ہو جائے گا جس کی بعد میں دونوں پر قضا لازم ہے، لیکن ان پر کفارہ لازم نہیں، اگرچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پہلے یہ فرماتے تھے کہ جماع کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہے، امام صاحب کی دلیل یہ تھی کہ جماع کے لیے انتشارِ آلہ ضروری ہے جو اختیار کی دلیل ہے اس لیے اس پر کفارہ لازم ہے، لیکن بعد میں امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا۔ فتح القدیر میں ہے:

واعلم أن أباحنيفة كان يقول اولا في المكره على الجماع عليه القضاء والكفارة لأنه لا يكون إلا بانتشار الالة وذلك إمارة إلاختيار ثم رجع وقال لا كفارة عليه وهو قولهما لأن فساد الصوم يتحقق بالإيلاج وهو مكره فيه مع أنه ليس كل من انتشر الته يجامع[37]۔

بیوی کو ہمبستری پر مجبور کرنا

اگر شوہر نے اپنی بیوی کو رمضان میں جماع پر مجبور کیا تو ایسی صورت میں شوہر پر تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں جبکہ عورت پر صرف قضا ہے کفارہ لازم نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

ولو كانت الزوجة مكرهة لا كفارة عليها[38]۔

شوہر کو ہمبستری پر مجبور کرنا

اور اگر بیوی اپنے شوہر کو جماع پر مجبور کرے تو عورت پر تو بالاتفاق قضا اور کفارہ لازم ہے جبکہ شوہر پر صحیح قول کے مطابق صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ علامہ ابن نجیم ؒ لکھتے ہیں: المرأة إذا أكرهت زوجها في رمضان على الجماع فجامعها مكرها فالأصح أنه لا تجب الكفارة عليه لأنه مكره في ذلك وعليه الفتوى[39]۔

قید میں روزہ رکھنے نہ دینا

اگر قیدی کو رمضان کے روزے نہ رکھنے دیا جائے تو اگر وہ مسافت سفر سے باہر نہیں اور تندرست بھی ہے اس کے لیے افطار کی گنجائش ہے لیکن روزہ رکھنا پھر بھی اس کے لیے بہتر ہے، اگر اس صورت میں اس کو قتل کیا جائے تو عند اللہ ماجور ہو گا، اس لیے کہ اکراہ کی وجہ سے روزہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی بلکہ اکراہ کی وجہ سے صرف روزہ توڑنے کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے، لہٰذا روزہ کی فرضیت کے ہوتے ہوئے روزہ نہ توڑنا اللہ تعالیٰ کے حق کو باقی رکھنے کی خاطر جان کی قربانی دینا ہے جو کہ ثواب کا کام ہے۔ البتہ اگر وہ مسافتِ سفر سے باہر قید ہے یا بیمار ہے تو اس کے لیے افطار کرنا واجب ہے، اگر اس نے روزہ نہ توڑا اور اس کو مکرِہ نے قتل کیا تو یہ شخص گناہ گار ہو گا، اس لیے کہ مریض اور مسافر کے لیے اکراہ سے پہلے ہی مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور اکراہ کی وجہ سے مزید یہ رخصت ثابت ہو گئی کہ مکرَہ سے روزہ کا وجوب بھی ساقط ہو گیا اس لیے مریض اور مسافر کے لیے اکراہ کی حالت میں روزہ توڑنا واجب ہے[40]۔

قیدی کو رمضان کا مہینہ معلوم نہ ہو

آج کل کے دور میں قید و بند اور سزا کی ایسی صورتیں بھی ہیں جس میں قیدی کو ایسی جگہ رکھا جاتا ہے جہاں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دن ہے یا رات، اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسا مہینہ چل رہا ہے، ایسی صورتوں میں قیدیوں کو رمضان کے روزوں کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ رمضان کے روزے کس طرح ادا کیے جائیں جبکہ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسا مہینہ ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن ہے یا رات؟ اس لیے یہاں پر ذرا تفصیل کے ساتھ ان مسائل پر بحث کی جائے گی۔

جمہور علماء کے ہاں اگر کسی شخص پر مہینوں کا اشتباہ ہو جائے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ کونسا مہینہ ہے، تب بھی رمضان کے روزے اس سے ساقط نہیں ہوں گے بلکہ خطاب کے متوجہ ہونے اور مکلف ہونے کی وجہ سے بدستور اس پر رمضان کے روزے فرض رہیں گے۔

اگر اس کو ثقہ لوگوں نے رمضان کے مہینہ کے شروع ہونے کی خبر دی تو اس کے لیے ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہو گا اور رمضان کے روزے رکھنا اس پر واجب ہو جائیں گے اور اگر اس کو کسی نے خبر نہ دی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ رمضان کے مہینہ کو معلوم کرنے کے لیے غور و فکر کر کے ظنِ غالب پر عمل کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے۔ الموسوعة الفقهيه میں ہے:

فإذا أخبره الثقات بدخول شهر الصوم عن مشاهدة أو علم وجب عليه العمل بخبرهم وإن أخبروه عن اجتهاد منهم فلا يجب عليه العمل بذلك ، بل يجتهد بنفسه في معرفة الشهر بما يغلب على ظنه ، ويصوم مع النية ولا يقلد مجتهدا مثله[41]۔

اگر معتبر لوگ اپنے مشاہدے یا علم کی بنیاد پر رمضان کے مہینے کے شروع ہونے کی خبر دے تو اس پر ان کی خبر کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔ اگر وہ اپنی اجتہاد سے خبر دے تو اس کو ان کی بات عمل کرنا واجب نہیں بلکہ وہ خود اپنے غالب گمان کے مطابق رمضان کا مہینہ معلوم کرنے کی کوشش کرے اور نیت کے ساتھ روزہ رکھے اور اپنی طرح کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے۔

لہذا اگر قیدی نے اشتباہ کی وجہ سے بغیر تحری اور غور و فکر کے رمضان کے روزے رکھے اور واقع میں بھی رمضان تھا، تب بھی اس کے روزے رمضان کے روزوں کی طرف سے کافی نہیں ہونگے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزوں کا قضا کرنا لازم ہو گی، اس لیے کہ اس کے ذمہ تحری اور غور و فکر واجب تھا جو کہ اس نے نہیں کی، اس لیے اس کے روزے درست نہ ہوئے۔ اور الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

ولو اشتبه رمضان على اسيرأو محبوس أو نحوه صام شهرا بالإجتهاد كما يجتهد للصلاة في القبلة والوقت وذلك بإمارة كالربيع والخريف والحر والبردفلو صام بلا اجتهاد فوافق رمضان لم يجزئه لتردده في النية[42]۔

اگر کسی قیدی یا گرفتار شخص پر رمضان کا مہینہ مشتبہ ہو جائے اور اس نے اپنے اجتہاد سے رمضان کے روزے رکھے جیسا کہ نماز کے لئے قبلہ اور وقت کے بارے میں اجتہاد کیا جاتا ہے اور یہ اجتہاد کسی علامت کی بنیاد پر ہو جیسے موسم بہار یا خزاں، گرمی یا سردی، لہذا اگر وہ بغیر اجتہاد کے روزے رکھے اور وہ رمضان کے موافق بھی ہوئے تب بھی یہ روزے جائز نہیں ہوں گے کیونکہ اس کی نیت میں تردد ہے۔

اور اگر اس نے غور و فکر اور کوشش کے بعد رمضان کے روزے رکھ لیے، تو فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس کی پانچ صورتیں بیان فرمائی ہیں:

i قیدی نے غور و فکر اور تحری کے بعد پورے تیس روزے رکھ لیے، لیکن آخر تک اس پر اشتباہ ہی رہا اور اس کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس نے روزے واقعی رمضان میں رکھے یا رمضان سے پہلے رکھے یا بعد میں؟ ایسی صورت میں احنافؒ کے ہاں اس کے روزے رمضان کے روزوں کی طرف سے کافی ہو جائیں گے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

الموسوعة الفقہیہ میں ہے:

الحال الأولى إستمرار الاشكال وعدم انكشافه له بحيث لا يعلم أن صومه صادف رمضان أو تقدم أو تاخر فهذا يجزئه صومه ولا إعادة عليه في قول الحنفية والشافعية والحنابلة والمعتمد عند المالكية لأنه بذل وسعه ولا يكلف بغير ذلك كما لو صلى في يوم الغيم بالإجتهاد وقال إبن القاسم من المالكية لا يجزيه الصوم لإحتمال وقوعه قبل وقت رمضان[43]۔

ii غور وفکر کرنے کے بعد اس نے روزے رکھ لیے اور واقع میں بھی وہ رمضان کا مہینہ تھا تب بھی فقہاء کرامؒ کے ہاں اس کے روزے رمضان کے روزوں کی طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ المبسوط للسرخسی میں ہے:

(قال) وان اشتبه شهر رمضان على الأسير تحرى وصام شهرا بالتحري لأنه مامور بصوم رمضان وطريق الوصول إليه التحري عند إنقطاع سائر الأدلة كامر القبلة فإن تبين أنه أصاب شهر رمضان اجزاه لأنه ادرك ما هو المقصود بالتحري[44]۔

اگر قیدی پر رمضان کے روزے مشتبہ ہو گئے تو وہ تحری کرے اور تحری کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، کیونکہ وہ رمضان کے روزے رکھنے پر مامور ہے اور اس تک پہنچنے کا طریقہ تحری ہے جبکہ سارے دلائل ختم ہو جائے جیسا کہ قبلہ کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد اگر معلوم ہوا کہ اس نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھے تھے تو وہ جائز ہو جائیں گے کیونکہ اس نے وہ چیز پائی ہے جو تحری سے مقصود تھی۔

iii روزے رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے رمضان کے بعد روزے رکھے ہیں، اس صورت میں بھی روزے درست ہو جائیں گے، البتہ اس صورت میں اگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے ذوالحجہ کے مہینہ میں روزے رکھے ہیں تو اس پر یوم النحر اور ایام التشریق کے دنوں کی قضا لازم ہے، اسی طرح اگر شوال میں روزے رکھے ہو تو یوم العید کے روزہ کی بھی قضا لازم ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ الاصل میں فرماتے ہیں:

قلت ارأيت إن كان قد مضى شهر رمضان وهو لا يعلم بمضيه ولم يصمه فصام شهرا بعد شهر رمضان ينوي به شهر رمضان ثم علم بعد أن شهر رمضان قد كان مضى قال يجزى عنه صومه من شهر رمضان[45]۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر رمضان کا مہینہ گزر جائے اور اس کو گزرنے کا علم نہ ہو اور اس نے روزے بھی نہیں رکھے تھے پس اس نے رمضان کے مہینے کے بعد دوسرے مہینے میں روزے رکھے اور اس کی نیت رمضان کے روزوں کی ہے پھر اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ گزر چکا ہے تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روزے رمضان کے روزوں کی طرف سے کافی ہو جائیں گے۔

علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں:

وإن ظهر بعده جاز فان ظهر أنه كان شوالا فعليه قضاء يوم فلو كان ناقصا فقضاء يومين أو ذا الحجة قضى أربعة لمكان أيام النحر والتشريق فإن إتفق كونه ناقصا عن ذلك الرمضان قضى خمسة ثم قال طائفة من المشايخ هذا إذا نوى ان يصوم ما عليه من رمضان أما إذا نوى صوم اداء لصيام رمضان فلا يصح إلا أن يوافق رمضان ومنهم من أطلق الجواز وهو حسن[46]۔

iv روزے رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے رمضان سے پہلے روزے رکھے ہیں تو اس پر رمضان کے روزے صحیح قول کے مطابق دوبارہ رکھنا فرض ہیں وہ روزے کافی نہیں ہونگے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

وإن تقدم لم يجز لأنه أدى الواجب قبل وجوبه وقبل وجود سبب وجوبه[47]۔

v پانچویں صورت یہ ہے کہ روزے رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے کچھ روزے رمضان میں رکھے ہیں اور کچھ رمضان سے پہلے یا رمضان کے بعد، تو ایسی صورت میں جو روزے رمضان میں اور جو رمضان کے بعد رکھے گئے ہیں وہ تو درست ہو جائیں گے، اور جو روزے رمضان سے پہلے رکھے گئے ہیں وہ احنافؒ کے صحیح قول کے مطابق درست نہیں ہونگے، ان کا اعادہ ضروری ہے۔ الموسوعة الفقہیہ میں ہے:

الحال الخامسة : أن يوافق صوم المحبوس بعض رمضان دون بعض فما وافق رمضان أو بعده اجزاه وما وافق قبله لم يجزئه ويراعى في ذلك اقوال الفقهاء المتقدمة[48]۔

پانچویں حالت یہ ہے کہ گرفتار شخص کے بعض روزے رمضان میں ہوں اور بعض غیر رمضان میں۔ تو جو روزے رمضان یا اس کے بعد میں واقع ہوئے ہیں وہ تو درست ہو جائیں گے لیکن جو روزے رمضان سے قبل واقع ہوئے ہیں وہ درست نہیں ہوں گے۔

سفر میں افطار کرنے پر مجبور کرنا

اگر کسی شخص کو سفر میں رمضان کا روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو مسافر کو اکراہ کی وجہ سے روزہ توڑنا واجب ہے، روزہ نہ توڑنے کی وجہ سے اگر اس کو قتل کیا گیا تو گناہ گار ہو گا، اس لیے کہ مسافر کے لیے اکراہ سے پہلے ہی سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور اکراہ کی وجہ سے مزید یہ رخصت ثابت ہوگئی کہ مکرَہ سے روزہ کا وجوب بھی ساقط ہو گیا اس لیے مسافر کے لیے اکراہ کی حالت میں روزہ توڑنا واجب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

واما في حق المريض، والمسافر فالاكراه مبيح مطلق في حقهما بل موجب والافضل هو الافطار بل يجب عليه ذلك ولا يسعه ان لا يفطر حتى لو امتنع من ذلك فقتل ياثم... فاما في المريض والمسافر فالوجوب مع رخصة الترك كان ثابتا قبل الاكراه فلا بد وان يكون للاكراه اثر اخر لم يكن ثابتا قبله وليس ذلك الا اسقاط الوجوب راسا واثبات الاباحة المطلقة[49]۔

مریض اور مسافر کے حق میں اکراہ مطلق مباح بلکہ واجب ہے، ان کے حق میں افطار افضل بلکہ واجب ہے، ان کو اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ افطار نہ کرے یہاں تک کہ اگر اس نے افطار نہیں کیا اور اس کو قتل کیا گیا تو گناہ گار ہو گا۔ مریض اور مسافر کے حق میں ترک کی رخصت کا وجوب اکراہ سے پہلے بھی ثابت تھا تو لازم ہے کہ اکراہ کی کوئی دوسری اثر ہو جو پہلے سے ثابت نہ ہو اور وہ اثر وجوب کو بالکلیہ ساقط کرنا ہے۔

5 زکوۃ پر اکراہ کے اثرات

زکوۃ اور صدقۃ الفطر دینے پر اکراہ

اکراہ کے باب میں عبادات کے متعلق اصول یہ ہے کہ اگر عبادات کے ادا کرنے پر قتل یا عضو کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دے کر مجبور کیا جائے، اور مکرَہ اس عبادت کو انجام دیدے تو عبادت ادا ہو جائے گی اور اکراہ کے بعد اس عبادت کو دوبارہ انجام دینے کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی مکرِہ مالی نقصان کی صورت میں ضامن ہو گا، لہذا اگر کسی شخص کو کسی نے زکوٰۃ ادا کرنے پر مجبور کیا اور اس نے زکوۃ ادا کی تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی[50]۔

اور المبسوط للسرخسی میں ہے:

وكذلك الأضحية وصدقة الفطر لو أكره عليهما رجل حتى فعلهما اجزاه ولم يرجع على المكره بشيء لأن ذلك واجب عليه شرعا[51]۔

اسی طرح اگر کسی کو اضحیہ اور صدقہ فطر پر مجبور کیا جائے اور اس نے ان دونوں کو ادا کر دیا تو یہ ادا کافی ہو جائے گا اور مکرہ، مکرِہ سے کسی چیز کا رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اس پر شرعاً بھی واجب تھا۔

زکوٰۃ میں اعلی چیز کی ادائیگی پر اکراہ

اگر کسی شخص کے پاس جانور ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو اس پر متوسط درجہ کا جانور زکوٰۃ میں دینا لازم ہے، لیکن اگر اس کو کسی نے اعلی درجہ کا جانور زکوٰۃ میں دینے پر مجبور کیا، اور اس نے زکوۃ میں اعلی جانور دے دیا، تو ایسی صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی اور مکرِہ صرف متوسط درجہ سے زیادہ قیمت کا ضامن ہو گا المبسوط للسرخسی میں ہے:

ولو أن رجلا له خمس وعشرون بنت مخاض فحال عليها الحول فوجب فيها ابنة مخاض وسط فاكره بوعيد قتل على أن يتصدق على المساكين بإبنة مخاض جيدة غرم المكره فضل قيمتها على قيمة الوسط لأنه ظالم له في الزام هذه الزيادة وقد جازت الصدقة عن المتصدق في مقدار الوسط فلا يغرم المكره ذلك لأن هذا ليس بمال الربا فيمكن تجويز بعضه عن[52]۔

اگر کسی شخص کے پاس 25 بنت مخاض ہو اور اس پر سال گزر گیا اور اس پر ایک درمیانی بنت مخاض واجب ہو گیا اور اس شخص کو قتل کی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا کہ وہ غرباء کو اچھی بنت مخاض زکوٰۃ میں دے تو مکرِہ درمیانی جانور کی قیمت سے زیادہ قیمت کا ضامن ہو گا کیونکہ مکرِہ اس زیادتی میں ظالم ہے، اور یہ زکوٰۃ بھی درمیانی قیمت والی جانور دینے والے کی طرف سے جائز ہو جائے گا، اس مقدار کا مکرِہ ضامن نہیں ہو گا کیونکہ یہ سود کا مال نہیں اس لئے بعض کا بعض کی طرف سے کافی ہونا ممکن ہے۔

کسی تنظیم والوں کا زکوۃ لینے پر اکراہ

چونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے شرعاً کسی فقیر کو مالک بناکر بلا عوض دینا ضروری ہے،لہذا اگر کوئی تنظیم وغیرہ اگرچہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو، زکوۃ کی مستحق نہیں، اگر تنظیم والے زبردستی زکوٰۃ لے لیں، تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، دوبارہ ادا کرنا لازم ہے، اور مکرَہ جبراً زکوٰۃ لینے والے سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے۔

فتاوی شامیہ میں ہے:(قوله ولا يخرج عن العهدة بالعزل) فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة[53]۔

مال کو جدا کرنے سے وہ شخص ذمہ داری سے نہیں نکل سکتا لہذا اگر مال ضائع ہو جائے تو اس کی زکواۃ ادا نہیں ہوگی۔

6 حج وعمرہ پر اکراہ کے اثرات

کسی کو حج یا عمرہ کرنے پر اکراہ

عبادات پر اکراہ کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ اکراہ کے باوجود درست ہو جائیں گی، لہذا اگر کسی شخص کو حج یا عمرہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے، تو اس کا حج اور عمرہ ادا ہو جائے گا، اور ضمان مکرِہ سے نہیں لیا جائے گا۔ النتف فی الفتاویٰ میں ہے:

وأما الإكراه على الواجب فعلى ثلاثة أوجه كلها جائزة مع الإكراه أحدها أن يكره الرجل على العبادات مثل الصلاة والصوم والحج والوضوء و الإ غتسال ونحوها فإذا فعلها مع الإكراه صحت عنه[54]۔

اکراہ علی الواجب کی تین صورتیں ہیں، ساری صورتیں اکراہ کے باوجود درست ہیں۔ پہلا یہ کہ آدمی کو عبادات پر مجبور کیا جائے جیسے نماز، روزہ، حج، وضو اور غسل وغیرہ۔ اگر ان چیزوں کو اکراہ کے ساتھ سرانجام دیں تب بھی درست ہو جائیں گی۔

حج میں جنایات سے متعلق ایک اصول

حج میں اگر کسی شخص کو قتل یا کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دے کر کسی غلط کام پر مجبور کیا جائے اور وہ شخص اکراہ کی وجہ اس فعل کو انجام دے، تو ایسی صورت میں مکرَہ گناہ گار تو نہیں ہو گا، البتہ اس پر کفارہ لازم ہو گا، اور پھر مکرَہ اس کفارہ کا ضمان مکرِہ سے لے بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

(وإن لبس ثوبا مخيطا الخ) لا فرق في لزوم الدم بين ما إذا احدث اللبس بعد الإحرام أو احرم وهو لابسه فدام يوما او ليلة عليه بخلاف انتفاعه بعد الإحرام بالطيب السابق عليه قبله للنص فيه ولولاه لاوجبنا فيه ايضاولا فرق بين كونه مختارا في اللبس أو مكرها عليه أو

نائما فغطى إنسان رأسه ليلة أو وجهه حتى يجب الجزاء على النائم لأن الارتفاق حصل له وعدم الاختيار أسقط الإثم عنه لا الموجب على ما عرف تحقيقه في مواضع[55]۔

دم کے لازم ہونے میں احرام سے پہلے یا بعد لباس پہننے میں کوئی فرق نہیں جب کہ وہ پہنے ہوئے ہوں اور ایک دن یا رات تک اسی پر مداومت کرے، بر خلاف اس کے کہ احرام کے بعد خوشبو سے نفع حاصل کرے کہ اس نے احرام سے پہلے لگائی ہو کیونکہ اس کے بارے میں نص واقع ہے اگر نص نہ ہوتی تو ہم اس پر بھی دم لازم کرتے، اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ کپڑے پہننے والا اپنے اختیار سے پہنے یا جبراً پہنے یا وہ سویا ہوا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کے سر یا چہرے کو ڈھانپ دے تو سوئے ہوئے شخص پر بھی جزا لازم ہو گی، کیونکہ نفع اسے حاصل ہوا اور اس کے اختیار کے نہ ہونے نے اس سے گناہ ساقط کر دیا نہ کہ جزا کو۔

خوشبو، خضاب، زیتون کا تیل لگانے، سلے ہوئے کپڑہ پہننے، حلق کرنے وغیرہ پر اکراہ

الموسوعة الفقہیہ میں ہے کہ:

لو طيب محرم محرما أو حلالا فلا شيء على الفاعل ما لم يمس الطيب عند الحنفية وعلى الطرف الآخر الدم إن كان محرما وإن كان مكرها[56]۔

احناف کے ہاں اگر محرم نے کسی دوسرے محرم یا حلال شخص کو خوشبو لگائی تو فاعل پر کوئی چیز لازم نہیں جب تک اس کو خوشبو نہ لگے۔ دوسرے فریق پر دم لازم ہے اگر وہ محرم ہو اگر چہ وہ مکرہ ہی کیوں نہ ہو۔

اگر حالتِ احرام میں ممنوعاتِ احرام میں سے ان ممنوعات کے ارتکاب پر محرم کو مجبور کیا جائے جن کا تعلق محرم کے بدن سے ہے، مثلاً خوشبو یا خضاب لگانے پر مجبور کیا جائے، یا سلے ہوئے کپڑے پہننے پر یا حلق کرنے پر مجبور کیا جائے، یا ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹنے یا جوئیں مارنے پر مجبور کیا جائے تو ان ساری صورتوں میں مکرَہ گناہ گار تو نہیں ہو گا، البتہ اس پر کفارہ لازم ہو گا، جس کا وہ مکرَہ سے رجوع نہیں کر سکتا۔ مجمع الضمانات میں ہے کہ: ولو حلق رجل رأس محرم بغير إذنه بأن كان نائما أو مكرها فعلى المحلوق دم ولا يرجع على الحالق عندنا[57]۔

حرم میں شکار کرنے پر اکراہ

اگر محرم کو حالتِ اکراہ میں شکار کرنے پر مجبور کیا جائے، تو مجبوراً شکار کرنے کی صورت میں مکرَہ پر جزا لازم ہو گی، اور اس کا ضمان مکرِہ سے نہیں لے سکتا۔ الموسوعة الفقہیہ میں ہے:

قتل الصيد وجوب الجزاء في قتل الصيد عمدا متفق عليه عملا بنص الاية الكريمة السابقة أن غير العمد في هذا الباب كالعمد يجب فيه الجزاء باتفاق المذاهب الأربعة لأن العقوبة هنا شرعت ضمانا للمتلف وذلك يستوي فيه العمد والخطا والجهل والسهو والنسيان[58]۔

قرآن مجید کی آیت پر عمل کرتے ہوئے قصداً شکار کو قتل کرنے کے متعلق جزاء کا واجب ہونا متفق علیہ ہے۔ اس باب میں مذاہب اربعہ کے مطابق غیر عمد بھی عمد کی طرح ہے کہ اس میں جزاء واجب ہے۔ کیونکہ یہاں پر سزا نقصان کے تلافی کے طور پر مشروع ہوا ہے اور اس میں قصد اور خطاء، جہل، بھول سب برابر ہیں۔

7 اضحیہ پر اکراہ کے اثرات

زبردستی قربانی کرانا

قربانی چونکہ مسلمان غنی پر واجب ہوتی ہے، اس لیے اگر کسی مسلمان غنی کو کسی نے قتل وغیرہ کی دھمکی دے قربانی کرنے پر مجبور کیا اور اس نے اکراہ کی وجہ سے قربانی کی، تو اس کی قربانی ادا ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں، اور قربانی کی ادائیگی کی وجہ سے مکرَہ اس کا ضمان مکرِہ سے نہیں لے سکتا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:وكذلك الأضحية وصدقة الفطر لو أكره عليهما رجل حتى فعلهما أجزأه ولم يرجع على المكره بشيء[59]۔

قربانی کی کھال یا گوشت گن پوائنٹ پر لیا جائے:

اگر کسی شخص سے گن پوائنٹ کے ذریعہ دھمکی دے کر قربانی کی کھال یا اس کا گوشت لیا گیا، تو قربانی کرنے والے پر اسی طرح دوسری کھال یا گوشت یا اس کی قیمت کے بقدر صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، اور نہ اس سے قربانی میں کوئی نقص آئے گا۔ البحر الرائق میں ہے:

ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال أو جراب لأنه جزء منها وكان له التصدق والإنتفاع به ألا ترى أن له أن يأكل لحمها ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه إستحسانا ،لأن للبدل حكم المبدل ولا يشتري به مالا ينتفع به إلا بعد الإستهلاك، نحو اللحم والطعام ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله والمعنى فيه أنه لا يتصدق على قصد التمول واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح فلا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الإستهلاك ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لأنه قربة كالتصدق بالجلد واللحم وقوله عليه الصلاة والسلام "من باع جلد أضحيته فلا أضحية له" يفيد كراهية البيع وأما البيع فجائز لوجود الملك والقدرة على التسليم[60]۔

اور اس کے کھال کو صدقہ کیا جائے یا کسی کام میں لایا جائے جس طرح ڈھول یا مشکیزہ کیونکہ یہ بھی اس کا ایک جزو ہے اور اس کے لئے اس کا صدقہ یا حصول نفع دونوں درست ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اس کے لئے اس کا گوشت کھانا بھی درست ہے۔ اس بات میں بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ اس کھال کو ایسی چیز کے بدلے بیچ دے جس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع لینا ممکن ہو، کیونکہ بدل کے واسطے مبدل کا حکم ہوتا ہے۔ اس کھال کے بدلے ایسی چیز کو نہ خریدے جس سے انتفاع اس کے ہلاک کئے بغیر ممکن نہ ہو جیسے گوشت اور روٹی، اور اس واسطے بھی کھال کو رقم کے بدلے نہیں بیچ سکتا کہ اس رقم کو اپنے یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کر دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مال داری کی نیت سے خرچ نہ کرے۔ صحیح قول کے مطابق گوشت کھال کی طرح ہے لہذا اس کو ایسی چیز کے بدلے نہیں بیچا جائے گا جس سے نفع لینا اس کو ہلاک کئے بغیر ممکن نہ ہو۔ اگر گوشت رقم کے بدلے اس لئے بیچ دے تاکہ اس رقم کو صدقہ کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قربت ہے جیسا کہ کھال یا گوشت کو صدقہ کرنا۔ آپ ﷺ کا قول ہے کہ: جو شخص اپنی قربانی کی کھال بیچ دے تو اس کی اضحیہ درست نہیں، یہ بیع کی کراہت پر دلیل ہے۔ جبکہ بیع فی نفسہ جائز ہے کیونکہ ملکیت اور حوالہ کرنے پر قدرت دونوں موجود ہیں۔

خلاصہ بحث

خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لیے عبادات ہوں یا معاملات، عقائد ہوں یا اخلاقیات، الغرض زندگی کے ہر موڑ پر اسلام نے اپنے پیروکار کی سیر حاصل رہنمائی فرمائی ہے۔ ان ہی قرآن وسنت سے ماخوذ اصول وضوابط کی روشنی میں ہر دور میں فقہائے عظام نے بڑی جانفشانی اور انتھک محنت وکوشش کرکے امت کو درپیش مسائل کا حل بڑی خوش اسلوبی سے پیش کیا۔ فقہائے کرام نے مسائل کو آسانی کی خاطر مختلف ابواب میں تقسیم کیا، ان ابواب میں سے ایک باب "اکراہ" بھی ہے، اکراہ کے مسائل کا تعلق تقریباً ہر فقہی باب عقائد، معاملات اور عبادات وغیرہ سے ہے، جس کے اصول وجزئیات کتبِ فقہ میں بکھرے ہوئے ہیں، ان اصول وجزئیات کو یکجا کرنے اور موجودہ دور میں ان سے متعلق پیش آنے والے مسائل کو ان اصول وجزئیات پر منطبق کرنے کی انتہائی ضرورت ہے، اسی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کا خلاصہ پیش کر دیا ہے تاکہ امت مسلمہ کے لئے رہنمائی کا سبب بنے۔

حواشی ومصادر

1 البقرۃ:216

2 النساء:19

3 ابن منظور،محمد بن مکرم بن منظور الإفریقی المصری(م:711ھ) لسان العرب،دار صادر بیروت،ج13،ص534

4 الحسینی ،محمد بن محمد بن عبد الرزاق،تاج العروس،دارالھدایہ،ج36،ص484

5 السرخسی، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي(م:483ھ)المبسوط،دارالمعرفة،بیروت.ج24،ص38

6 الحصكفي،محمد بن علي بن محمد الحِصْني المعروف بعلاء الدين الحنفي(م:1088ھ)الدرالمختار،دارالکتب العلمیة بیروت،ج6،ص128

7 البخاري،عبدالعزیزبن أحمدبن محمد،علاء الدين(م:730ھ)كشف الأسرارعن أصول فخرالإسلام البزدوي،دارالکتب العلمیه،بیروت،ج4،ص538

8 إبن الهمام،محمد عبد الواحد بن عبد الحمید کمال الدین،فتح القدیر ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،ج9،ص238

9 إبن نجیم،زین الدین بن إبراهیم بن محمد(م:970ھ)البحر الرائق،دار الکتاب الإسلامي بیروت،ج 8،ص80

10 علي حيدر خواجه أمين أفندي (م:1353ھ)،درر الحكام في شرح مجلة الأحكام،دار الجیل بیروت،ج2،ص658

11 السعدی،شیخ الإسلام ابی الحسن علی الشهیر بمحمد السغدی(م561ھ)النتف فی الفتاویٰ،دارالکتب العلمیة،بیروت لبنان.ص429

12 إبن عابدین،محمد امین الشامی(م1252ھ)الفتاوی الشامیة،ایچ ایم سعید،کراچی.کتاب الطهارة،باب سنن التیممج1،ص235

13 السیوطی،جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر(م911ھ)الاشباہ والنظائر،دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان.ج1،ص430

14 ایضاً

15 إبن عابدین،محمد امین الشامی،الفتاوی الشامیۃ،ج1،ص235

16 ایضاً:ج1،ص155

17 هيئة كبار علماء الإسلام،الموسوعة الفقهية،كويت،ج40،ص278

18 إبن نجيم،زين الدين بن إبراهيم بن محمد،المصري،البحرالرائق،ج2،ص304

19 الزیلعی،عثمان بن علی بن محجن البارعی الحنفی(م743ھ)تبیین الحقائق،الکبری الأمیریۃ بولاق،القاھرۃ،ج1،ص390

20 إبن عابدین،محمد امین الشامی،الفتاوی الشامیۃ،ج2،ص207

21 السغدی،شیخ الاسلام أبی الحسن علی الشہیر بمحمد السغدی،النتف فی الفتاویٰ،ص429

22 إبن عابدین،محمد امین الشامی،الفتاوی الشامیۃ،کتاب الطهارة،باب سنن التیممج1،ص235

23 الحصكفي،علاء الدين،محمد بن علي بن محمد،الدر المختار شرح تنويرالأبصاروجامع البحار،کتاب الصلوۃ،باب الإمامة،ج1،ص554

24 وَهْبَة الزُّحَيْلِيّ،الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ،دار الفكر سوريه دمشق.ج2،ص336

25 البقرۃ:138

26 إبن نجيم،زين الدين بن إبراهيم بن محمد،المصري،البحرالرائق،کتاب الصلوۃ،باب شروط الصلوۃ،ج2،ص 304

27 سيد سابق(المتوفى:1420ھ)فقه السنة،کتاب الإكراه،باب الإكراه على الفعل،موقع يعسوب،المدينة المنورة،ج3،ص434

28 الكاساني،علاء الدين،أبو بكر بن مسعود بن أحمد الحنفي(م:587ھ)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،کتاب الإكراه،فصل فی بیان حکم مایقع علیه الإكراه،دار الكتب العلمية ،بیروت،ج7،ص179

29 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتية، دارالسلاسل،الكويت،ج27،ص118

30 الحصكفي،علاء الدين،محمد بن علي بن محمد الحنفي(م:1088ھ)درالمنتقى على هامش مجمع الأنهر،المنار،كوئٹه،ج1،ص177

31 الشرنبلالي،الحسن بن عمار بن علي فقيه حنفي(م:1069ھ)مراقى الفلاح،كتاب الصلاة ،باب صلاة المسافر ،دار الكتب العلمية،بيروت لبنان،ج1،ص187

32 *البقرة*:184

33 إبن نجيم،زين الدين بن إبراهيم بن محمد،المصري(م970ھ)البحرالرائق،كتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة،ج2،ص150

34 علاء الدين الحصكفي محمد بن علي بن محمد الحنفي،الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار ،كتاب الصلوة ، مطلب فى الوطن الاصلى ووطن الإقامة،ج2،ص133

35 قاضي خان،حسن بن منصوربن محمود الأوزجندي المشهور بقاضيخان(م:592ھ)فتاوى قاضى خان،دارالكتب العلمية،بيروت لبنان،كتاب الصلوة،باب صلاة المريض،ج1،ص83

36 الكاساني،أبو بكر بن مسعود بن أحمد الحنفي،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب الصوم،فصل حكم فساد الصوم،ج2،ص96

37 محمدعبد الواحد بن عبد الحميد،كمال الدين،فتح القدير،موقع الإسلام،كتاب الصوم،باب ما يوجب القضاء والكفاره،ج4،ص323

38 الزيلعي،عثمان بن علي بن محجن البارعي فخر الدين،تبيين الحقائق،كتاب الصوم،باب ما يوجب القضاء والكفاره،ج1،ص127

39 ابن نجيم،زين الدين بن إبراهيم بن محمد المصري،البحر الرائق،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده،ج2،ص297

40 الكاساني،أبو بكر بن مسعود بن أحمد الحنفي،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب الصوم ،فصل حكم فساد الصوم،ج2،ص96

41 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتية ،ج28،ص84

42 وهبة الزحيلى،الفقه الإسلامى،ج3،ص56

43 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتية،ج28،ص84

44 السرخسي،محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة،المبسوط،دار المعرفة بيروت،كتاب الصوم،ج3،ص64

45 الشيباني،أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد(م:189ھ)الأصل المعروف بالمبسوط،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي.كتاب الصوم،ج2،ص197

46 إبن الهمام،محمد عبد الواحد بن عبد الحميد،كمال الدين،الشهير بابن الهمام،فتح القدير،كتاب الصوم،ج4،ص288

47 الكاساني،أبو بكر بن مسعود بن أحمد الحنفي،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب الصوم،فصل شرائط انواع الصيام،ج 2،ص86

48 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتية،ج28،ص85

49 الكاساني،أبو بكر بن مسعود بن أحمدالحنفي،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب الصوم،فصل حكم فساد الصوم،ج2،ص610

50 النتف فى الفتاوىٰ،ج2،ص698

51 السرخسي،محمد بن أحمد بن أبي سهل،المبسوط للسرخسی،كتاب الإكراه،باب الإكراه فيما يوجب لله عليه ان يؤديہ، ج 24،ص145

52 ايضاً:ج24،ص147

53 إبن عابدين،محمد امين الشامى،الفتاوى الشامية،كتاب الزكوة،ج2،ص270

54 السغدى،شيخ الاسلام ابى الحسن على الشهير بمحمد السغدى،النتف فى الفتاوىٰ،كتاب الإكراه،باب الإكراه على الفعل،ج2،ص698

55 إبن الهمام،محمد عبد الواحد بن عبد الحميد،كمال الدين،فتح القدير،كتاب الحج،باب الجنايات،ج5،ص387

56 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتيه،ج2،ص184

57 أبو محمد البغدادي ،غانم بن محمد الحنفي(م:1030ھ)مجمع الضمانات،دار الكتاب الإسلامي،بيروت،باب مسائل الحج،ج1،ص8

58 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت،الموسوعة الفقهية الكويتيه،ج2،ص196

59 لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي،الفتاوى الهندية،كتاب الإكراه،الباب الثانى فيما يحل للمكره ان يفعل ومالا يحل فى الجماع فى الحج والعمرة،ج5،ص47

60 إبن نجيم،زين الدين بن إبراهيم بن محمد،المصري،البحرالرائق،كتاب الأضحية،باب اجر الجزار تؤخذ من الأضحية، ج8،ص 203